بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

اگست 2018ء / ذوقعدہ 1439ھ جلد نمبر 10، شمارہ نمبر 8

قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

فہرست مضامین

- منافقت؛ زمین میں فساد کا سبب
- نظامِ ظلم میں بہترین لوگ
- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- سول بالادستی، تبدیلی اور احتساب کی حقیقت
- الیکشن 2018ء اور سمجھوتے کی سیاست
- عالمِ حشر کے کچھ واقعات کا تذکرہ (2)
- حضرت امام ابو موسیٰ بصری ہندیؒ اور صحبت کی اہمیت
- قرض کتنا لیا جائے؟
- سات پُرانے صنعتی ممالک
- حج؛ عزم و ہمت میں پختگی اور نظریے میں رسوخ پیدا کرتا ہے
- مقاماتِ مُقدسہ؛ تجلیات و انوارات کے مراکز ہیں
- حج؛ اَخلاقِ اربعہ کی تربیت کا حصول
- ولی اللّٰہی جماعت نے ہندوستان میں فریضۂ حج کو بحال کیا
- حضرت مولانا فضلِ واحد المعروف حاجی ترنگ زئیؒ
- احکام و مسائل قربانی
- عیدالاضحیٰ کے احکام و مسائل
- تکبیراتِ تشریق کے احکام
- طریقۂ نمازِ عیدالاضحیٰ
- ادارہ رحیمیہ لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا:

''تصوف کیا ہے؟ دنیا کے تمام مباح اور جائز کاروبار کو بھی دین بنا دینا۔ یاد رکھو! اگر اس نیت کو بیدار رکھ کر کہ ''یہ (جائز) کام مَیں اللہ کے لیے یعنی اس کی رضا کے حصول اور تعمیلِ اَحکام (یعنی شریعت کی رہنمائی) میں کرتا ہوں'' کام کیے جائیں تو وہ بہت سی نفلی عبادتوں سے افضل ہو جاتے ہیں۔''

(مجلس: ۱۰؍محرم الحرام ۱۳۶۶ھ/ 5؍دسمبر 1946ء۔ بروز جمعرات، مقام لاہور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 44-243، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

منافقت؛ زمین میں فساد کا سبب

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ (11-12:1)

(اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فساد نہ ڈالو مُلک میں، تو کہتے ہیں: ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ جان لو! وہی ہیں خرابی کرنے والے، لیکن نہیں سمجھتے۔)

گزشتہ آیتِ مبارکہ میں منافقین کے حقیقی طور پر ایمان نہ لانے، دھوکا دہی کرنے، دلوں کے امراض اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت اور قوت کے سبب زیادتیٔ امراض میں مبتلا ہونے کا تذکرہ تھا۔ اس آیتِ مبارکہ میں حضورؐ کی قائم کردہ ریاستِ مدینہ کے اجتماعی ملکی نظم و نسق کے خلاف منافقین کے فسادی کردار، اُن کے ذاتی مفادات کے لیے کیے جانے والے اصلاحی کاموں کی خرابی اور بے شعوری واضح کی جارہی ہے۔

لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ (فساد نہ ڈالو مُلک میں): ''فساد فی الارض'' کا تذکرہ قرآن حکیم نے بہت جگہ کیا ہے۔ اس کا مطلب ذاتی اور گروہی مفادات کے حصول کے لیے اجتماعی نظام کو درہم برہم کرنا، ملکی نظم و نسق میں انتشار، بدامنی پھیلانا، لڑائی بھڑائی اور قتل و غارت گری پر لوگوں کو بھڑکانا ہے۔ منافقین کی ایک خرابی یہ تھی کہ ذاتی خواہشات کو اجتماعی مفادات پر ترجیح دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ مسلمانوں اور اُن کے دشمنوں سے یکساں تعلقات قائم رکھے ہوئے تھے۔ اِدھر کی باتیں اُدھر جا کر بیان کرتے اور کمزور مسلمانوں پر کافروں کا رُعب پیدا کرنے کے لیے اُن کی طاقت و قوت کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے۔ تیسرے یہ کہ کافروں اور ظالموں کے خلاف مزاحمت کے بجائے اُن کے اعتراضات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے، تاکہ دین کی بنیادی انقلابی تعلیمات کے بارے میں کمزور مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں۔ اس طرح ریاستِ مدینہ کی سیاسی قوت کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ جب مسلمانوں نے اُن کے اس فسادی کردار کو سمجھ لیا تو ان سے کہا کہ تم مدینہ کے اس ریاستی اور ملکی نظام میں فساد مت مچاؤ۔ ایک طرف تم اسلام کے دعوے دار ہو اور دوسری طرف دشمنوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی اجتماعیت اور اُن کی حکومتی طاقت و قوت کو نقصان پہنچاتے ہو۔

قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ (ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔): ''اصلاح فی الارض'' بھی ایک اصطلاح ہے، جس کا مطلب سوسائٹی میں موجود تمام افراد اور جماعتوں کے درمیان اخوت و بھائی چارہ پیدا کرنا، ان کے اجتماعی مفاد کو ترجیح دینا، انھیں امن، عدل، انصاف اور مجموعی ترقی دینا ہوتا ہے۔ رسول اللہؐ نے مدینہ آکر مختلف قبائل کے ساتھ معاہدات کیے۔ مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات قائم کی۔ یہودیوں کے ساتھ میثاقِ مدینہ کیا۔ اس طرح اس سوسائٹی میں حقیقی طور پر ''اصلاح فی الارض'' کی صورت قائم ہوئی۔ اس سے پہلے مدینہ کے قبائل میں طاقت ور سرداروں کے مفادات کا رجعت پسندانہ نظام قائم تھا۔ یہ لوگ منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبَیّ کو اپنا سربراہ بنانا چاہتے تھے۔ آپؐ کی مدینہ آمد سے وہ انفرادی مفادات کا نظام ٹوٹا اور آپؐ نے اجتماعی اصولوں پر ایک بہترین ریاستی نظام تشکیل دیا، جس سے سچوں اور جھوٹوں کے درمیان تمیز پیدا ہوئی۔ ایمان و کفر اور ظلم و عدل کی قوتوں کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوا۔ ایسے موقع پر منافقین کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمانوں اور دوسری جماعتوں کے درمیان صلح صفائی کرانا چاہتے ہیں۔ جیسے سب لوگ پہلے رہتے تھے، اُسی طرح کی اصلاح چاہتے ہیں۔ اس طرح دراصل وہ پُرانے طریقۂ کار کے مطابق افراد و اقوام کی اصلاح کے نام پر اپنا گروہی اور ذاتی مفادات پر مبنی سرداری نظام قائم کرنے کی کوشش کررہے تھے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (جان لو! وہی ہیں خرابی کرنے والے): اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کی اس سوچ کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ خبردار! یہی لوگ حضورؐ کے قائم کیے ہوئے صحیح نظام کے خلاف خرابی پیدا کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ ذاتی خواہشات کو ترجیح دے کر اجتماعی ملکی تقاضوں کو نظرانداز کررہے ہیں۔ بہ ظاہر سوسائٹی میں اصلاح کے دعوے دار ہیں، لیکن حقیقت میں فسادی کردار ادا کرتے ہوئے دینِ حق کے غلبے کی جدوجہد اور کوشش کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کی قدر و منزلت کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ حق کے منکروں، کافروں، ظالموں کی مدد اور ایمان و کفر اور عدل و ظلم کے درمیان فرق و امتیاز کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہی لوگ اصل میں فسادی ہیں۔ معاشرے کی حقیقی اصلاح اور ترقی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ (لیکن نہیں سمجھتے۔): انسانیت کے لیے صحیح علم و شعور بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سمجھ اور شعور سے ہی انسان صحیح و غلط اور حق و باطل میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ بے شعوری کی حالت ایسی ہے کہ اس کے سبب سے انسان بہت سے اچھے کاموں کو بُرا سمجھنے لگتا ہے اور بہت سے بُرے کاموں کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ کسی قوم میں سے علم و شعور ختم ہوجائے تو اس کی تباہی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ منافقین کی بے شعوری کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ وہ یثرب کہ جس میں قبائل کے جھگڑے، طاقت وروں کا ظلم اور سرداروں کی ذاتی و انفرادی خواہشات کی تکمیل کا نظام تھا، اس میں نبی اکرمؐ نے آکر تمام قبائل اور افراد کے درمیان معاہدات اور مواخات کے ذریعے اجتماعی فلاح و بہبود کا ایک بہترین اجتماعی نظام قائم کیا۔ اس سچائی پر مبنی حقیقت کو تسلیم کرنے کے بجائے اپنے فسادی کردار کو اصلاح کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ اصل اصلاح تو یہ ہے کہ انسانیت کے حق میں ایسے بہترین دین کو تمام ادیان اور نظام ہائے حیات پر غالب کیا جائے، تاکہ انسانیت کا وقار بلند ہو اور وہ کفر و ظلم سے نجات حاصل کرکے عدل و انصاف اور امن و ایمان کی زندگی بسر کرے۔ ایسی صورت میں ہر طرح کی ذاتی خواہشات اور دُنیوی مفادات اور اَغراض کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے کسی کی موافقت یا مخالفت کی پرواہ کیے بغیر دینِ حق پر قائم رہنا چاہیے تھا۔ منافقین کی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ سوسائٹی کی اجتماعی اصلاح اور ملکی نظم و نسق کی درستگی کا حقیقی شعور نہیں رکھتے، بلکہ دلوں کے امراض کے سبب سوسائٹی میں فساد مچانے کا کام کرتے ہیں اور اُسے سوسائٹی کی اصلاح کا نام دیتے ہیں۔

درسِ حدیث

از مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

نظامِ ظلم میں بہترین لوگ

عن ابن عباسؓ أنّ رسول اللّٰہ ﷺ: ''خَيْرُ النَّاسِ فِي الْفِتَنِ رَجُلٌ أَخَذَ بِعَنَانِ فَرَسِهِ خَلْفَ أَعْدَاءِ اللّٰهِ يُخِيفُهُمْ وَ يُخِيفُونَهُ أَوْ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي بَادِيَةٍ يُؤَدِّي حَقَّ اللّٰهِ الَّذِي عَلَيْهِ.'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر 3292)

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''فتنے کے زمانے میں لوگوں میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے اللہ کے دشمنوں کا تعاقب کرے۔ انھیں خوف زدہ کرے۔ اور وہ دشمن اسے خوف زدہ کرنے کی کوشش کریں، یا پھر وہ شخص (باطل ملکی نظام کے فتنوں سے) اپنے آپ کو الگ تھلگ کر کے کسی دیہات میں رہے اور اپنے ذمے اللہ کے حقوق ادا کرتا رہے۔'')

آج کے پُرفتن دور میں یہ حدیث مبارکہ بہادر اور دلیر مسلمانوں کے لیے یہ راستہ متعین کرتی ہے کہ وہ عافیت اور بچ بچاؤ کی حکمتِ عملی اپنانے کی بجائے دین اور انسان دشمن قوتوں کے خلاف مزاحمت کا راستہ اپنائیں۔ اور اس بنیاد کو ختم کرنے کی پوری کوشش اور جدوجہد کریں، جس کی وَجہ سے تمام برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ ایسے میں وہ لوگ جو اس فریضے کی ادائیگی کر رہے ہوتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ ایسی تمام عملی نوعیّتوں سے الگ ہو جائیں جو اس باطل نظام کو ترویج دینے اور اس کے لیے آکسیجن فراہم کرنے کا باعث بنیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کمزور اور پست ہمت انسان ظلم کے نظام کا آلہ کار بننے کے بجائے کسی دیہات میں اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہیں، تاکہ انھیں کوئی اپنے غلط مقاصد کے لیے استعمال نہ کر سکے۔ وہ اگر دین دشمنوں کے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے تو ان کے لیے آلہ کار کا بھی کردار ادا نہ کریں۔

اپنے گرد و پیش کے حالات کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ایک تشویش ناک صورت ہمیں نظر آتی ہے۔ دینی اور سیاسی سوچ میں کجی پائی ہے۔ معاشرتی برائیاں عام ہیں۔ معاشرہ فتنہ وفساد اور برائیوں کی آماجگاہ ہے۔ اچھے برے انسان کی تمیز مشکل ہوتی جا رہی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں یہ حدیث اچھے لوگوں کی پہچان کرواتی ہے کہ وہ بہترین لوگ ہیں جو ایسا فکر و عمل اختیار کرتے ہیں جس سے دینی افکار میں تلبیس کرنے والوں، سماجی برائیوں کو پھیلانے، بداخلاقیوں کو عام کرنے اور کفر و ضلال کا نظام قائم کرنے والوں کی صفوں میں تشویش کی لہر دوڑ جائے۔ اور بداَخلاق لوگ اس بات پر فکرمند ہو جائیں کہ ان کے قائم کردہ باطل نظام کو حقیقی خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ اور وہ ایسے باہمت افراد کے خلاف سازشوں کا جال بُننے اور خوف زدہ کرنے کی کوشش کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں، جن کے بارے میں قرآن نے کہا کہ: ''اللہ کے دوست وہ ہیں، جنھیں نہ دشمن کا کوئی خوف ہے اور نہ کسی نقصان کا کوئی غم ہے۔'' (62:10) ایسے حالات میں قرآن نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ: ''تم دین دشمن اور انسان دشمن قوتوں کے خلاف ہر ممکن تیاری کرو، تاکہ تم اس قوت سے اللہ اور اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو۔'' (60:8)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے عالی النسب جوان اور حضور اقدس ﷺ کے بھانجے ہیں۔ آپؓ حیا، سخاوت اور فطری اَخلاق وصفات کے مالک تھے۔ جاہلی امور سے بہت دور تھے۔ یہی ان کی انبیا علیہم السلام سے مشابہت کی دلیل ہے۔ حضرت عثمانؓ اسلام لانے کے بعد عمر بھر آپؐ کے ساتھ رہے اور آپؐ کے علم و عرفان سے خوب حصہ حاصل کیا۔ آپؓ کا شمار صحابہ کرامؓ کے بلند ترین اہلِ علم میں ہوتا ہے۔ آپؓ اپنی قوم کو درست رہنمائی دینے، ان کو فرائض کی تعلیم اور ذمہ داریاں ادا کرنے کی تلقین اور پوری مہارت واعلیٰ صلاحیت کے ساتھ تربیت دیتے رہے۔

حضرت عثمانؓ اپنے ذاتی اور قومی وسائل، اجتماعی اور ملّی ضرورتوں پر خرچ کرتے۔ آپؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں دارالخلافہ ومرکز مسجدِ نبویؐ کو جگہ کی قلت کی وَجہ سے توسیع دی اور اس پر چُونہ وساگوان کی لکڑی سے خوب صورت تزئین وآرائش کا کام دس ماہ کی قلیل مدت میں مسلسل نگرانی سے مکمل کرایا اور مزدوروں کو جیبِ خاص سے انعام سے بھی نوازا۔ اسی طرح مسجد الحرام کی توسیع کی، تاکہ حُجاج کے لیے آسانی ہو۔ اس کے لیے مسجدِ حرام سے متصل مکانات انتہائی مہنگے داموں خریدے۔ مسجد کے اردگرد قدِ آدم حفاظتی دیوار بنائی۔ کچھ لوگوں نے مکانات دینے سے انکار کیا تو اُن کے مکانات زبردستی لے کر قیمت بیت المال میں جمع کر دی کہ وہ جب چاہیں اپنی قیمت وہاں سے وصول کر لیں۔ کچھ لوگوں نے اس پر احتجاج کیا تو ان کی قید کا حکم دیا۔ پھر ایک صحابی کی سفارش پر رہا کر دیا۔

سن ۲۶ھ کو قدیم بندرگاہ شعیبہ کی جگہ جدہ کے قریب نئی بندرگاہ بنائی۔ اس وقت سے آج تک مکہ کی بندرگاہ جدہ ہی ہے۔ حج پر عمومی اخراجات بیت المال سے ادا ہوتے۔ غلافِ کعبہ مصر سے تیار کراتے۔ علم المناسک جس میں حج کے مسائل وطریقے بیان ہوں، میں آپؓ کو یدِطولیٰ حاصل تھا۔ اس حوالے سے تمام صحابہؓ میں آپؓ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ابنِ سیرینؒ فرماتے ہیں: ''تمام صحابہؓ، مناسکِ حج میں سب سے بڑا عالم حضرت عثمانؓ کو اور ان کے بعد حضرت ابنِ عمرؓ کو سمجھتے تھے۔'' آپؓ خود بھی حج وعمرے کا اہتمام کرتے۔ ہر سال امیرِ حج بن کر آتے۔ سوائے آخری سال کے کہ باغیوں کے مدینہ پر حملے کی وَجہ سے حضرت ابن عباسؓ کو امیرِ حج بنایا۔ حضرت عثمانؓ مجتہدانہ شان کے مالک تھے۔ فاتحِ خراسان عبداللہ نے خوشی میں نذر کے طور پر نیشاپور سے احرام باندھا تو فرمایا: ''میقات سے پہلے احرام باندھ کر عمرے کا ثواب برباد کر دیا۔'' عدت والی عورت پر حج فرض نہ ہونے کی وَجہ سے اس کو ذوالحلیفہ سے واپس بھیج دیتے۔ دورانِ حج شکار کے گوشت سے احتراز کرتے۔ جو محرم کے لیے شکار کیا گیا ہو، دوسروں کو کھلا دیتے۔ سن ۲۶ھ میں نشاناتِ حرم کی تجدید کرائی۔ کیوں کہ اس سے بہت سے احکاماتِ شرعیہ مربوط ہیں۔ ۲۹ھ میں منیٰ وعرفات میں چار رکعات پوری نماز پڑھائی، تاکہ لوگ مقیم کے لیے بھی حج کی وَجہ سے دو رکعات جو کہ اصل شرعی حکم ہے، کو ختم ہی نہ کر دیں۔ گویا معروضی اَحوال اور اصل اَحکامات میں فرق وعمل قائم رہے۔

www.rahimia.org

شذرات

سول بالادستی، تبدیلی اور احتساب کی حقیقت

پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام کے زیرِ سایہ مغربی جمہوریت رائج ہے۔ اور سرمایہ داری نظام میں حکومت وسیاست کا ایک خاص ماڈل رائج ہے، جو سرمایہ داری نظام کا لازمی جز ہے۔ اسی کے تحت اس نظام میں الیکشن بھی ہوتے ہیں، حکومتیں بھی تبدیل ہوتی ہیں، پارلیمنٹ بھی وجود میں آتی ہے اور اس نظام سے نفع اندوز قوتوں میں اقتدار کی کشمکش بھی جاری رہتی ہے۔ اس کے لیے لفظی جنگ، گالم گلوچ اور الزامات کے تیز وتند حملے بھی ہوتے ہیں۔ جس سے بعض اوقات اچھے خاصے لوگ دھوکا کھانے لگتے ہیں کہ اب کی بار اسٹیبلشمنٹ کے خلاف سول بالادستی کی جنگ اپنے آخری مرحلے میں داخل ہوچکی ہے۔ حال آں کہ سرمایہ داری نظام میں اسے اپنی بارگیننگ پاور بڑھانا کہتے ہیں۔ جب پاور کا پلڑا سودے بازی کی پوزیشن میں آجاتا ہے تو لفظی جنگ کے سارے ہتھیار واپس نیام میں چلے جاتے ہیں۔ اب اگر کوئی ان قوتوں سے انقلاب، تبدیلی اور کڑے احتساب کی امید لگا بیٹھے تو اسے حقیقت نہیں مانا جاسکتا۔ ہماری روایتی پارٹیاں اس ماڈل سے باہر نہیں جاسکتیں۔ اسی ماڈل میں رہ کر انھوں نے الیکشن لڑنے ہوتے ہیں اور اسی نظام کے تحت حکومت اور سیاست بھی کرنی ہوتی ہے۔ لہٰذا نہ تو وہ کڑا احتساب کرسکتی ہیں، نہ تبدیلی وانقلاب لاسکتی ہیں۔ اور نہ ہی سول بالادستی کی جنگ انھیں وارا کھاتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ باقی دعووں اور خواب دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ اسٹیبلشمنٹ کے بطن سے نکلنے والی کسی پارٹی کی کوکھ سے انقلاب برآمد کرنے کی بات کریں، یا کسی خالص سرمایہ دار کو کسی انقلابی لیڈر کا ماسک پہنا دیں، یا ماضی کے کسی اسٹیبلشمنٹ کے مُہرے کو سول بالادستی کی نام جہاد جنگ کا ہیرو قرار دینے لگیں۔

اس فرعونی نظام کا خاصا ہے کہ وہ پہلے کچھ خاص طبقے وجود میں لاتا اور پھر ان میں ایک مصنوعی جنگ چھیڑ دیتا ہے۔ اور وہ طبقے اپنے دعووں میں عوام کے جذبات سے کھیلتے ہیں۔ اور ہر جماعت موقع کی مناسب سے جذبات کا ایک میدان چن لیتی ہے، جیسے روایتی سیاسی جماعتیں حقیقت سے دور اپنے منشور میں امن، ترقی اور خوش حالی کے جھوٹے دعوے اور ہسپتال، سکول، موٹروے اور سی پیک جیسے منصوبوں کو گود لینے کے دعوے کرنے لگتی ہیں۔ ایسے ہی مذہبی جماعتیں مذہبی شعار کی بحالی، اسلامی نظام، ختم نبوت اور مذہب کے ساتھ لوگوں کے جڑے حساس رشتے کو مختلف ایشوز سے جوڑ کر عوام کی مذہبی عصبیت کو اقتدار تک پہنچنے کی سیڑھی بنالیتی ہیں۔ سیکولر جماعتیں مذہبی جنونیت کے خلاف اپنا بیانیہ سامنے لاکر انسانی حقوق کی پامالی کا راگ الاپنے لگتی ہیں۔ علاقائی اور لسانی جماعتیں اپنے کلچر، محرومیوں، نظام کے طاقت ورمراکز سے گلے شکوے اور اپنی شناخت کے ایجنڈے کو سامنے لاتی ہیں۔ الغرض! جسے جو بیچنے کو ملتا ہے، وہ اس کی دکان کھول بیٹھتا ہے اور عوام اپنی جیب میں موجود محرومیوں کے سِکّوں سے یہ جذبات کے کھلونے خریدنے لگتے ہیں۔

الیکشن 2018ء اور سمجھوتے کی سیاست

25/ جولائی 2018ء کے الیکشن کے نتائج الیکٹ ایبل (Electable) کی بہ دولت ایک خاص پارٹی کے حق میں خوش گوار رہے ہیں۔ اگر چہ دیگر پارٹیاں اسے متنازعہ قرار دینے کی کوشش کررہی ہیں۔ سرمایہ داری نظام کی جمہوریت الیکٹ ایبل کے گرد گھومتی ہے۔ جہاں الیکٹ ایبل ہوتے ہیں، وہیں حکومت چلی جاتی ہے۔ گویا یہ اقتدار کی ٹول کٹ (Toolkit) ہے۔ جسے اقتدار چاہیے، اسے پہلے یہ ٹول بکس حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور اس ٹول بکس کے ساتھ انقلابی سیاست نہیں، بلکہ سمجھوتے کی سیاست کرنا پڑتی ہے۔ چناں چہ انتخابات کا معرکہ جیتنے والی پارٹی کے سربراہ نے ایک انٹرویو میں واضح کردیا تھا کہ: ☆ ''آپ الیکشن جیتنے کے لیے لڑتے ہیں۔ آپ اچھا بچہ بننے کے لیے الیکشن نہیں لڑتے۔ میں جیتنا چاہتا ہوں۔ میں الیکشن پاکستان میں لڑ رہا ہوں، یورپ میں نہیں۔'' ☆ ''میں ہمیشہ ہی سے الیکٹ ایبل کا متلاشی تھا، لیکن اس سے پہلے وہ ہمارے ساتھ شامل ہونے سے انکاری تھے۔'' ☆ ''سنہ 1997ء کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر ہم ایسے لوگوں کو پارٹی میں نہیں لیں گے جو الیکشن جیتنے کا فن جانتے ہوں تو ہم کامیاب نہیں ہوں گے۔'' انھوں نے الیکشن مہم کے لیے افرادی قوت اور مال و دولت کی اہمیت پر بھی باتیں کیں۔ (ڈان، 5/ جولائی 2018ء) ایسے ہی مدِمقابل فریق کے لیڈر نے ایک انٹرویو میں عندیہ دیا تھا کہ: ''پارٹی سربراہ کی حیثیت سے نیا عمرانی معاہدہ کرنے کو تیار ہوں۔ جرنیلوں کے ساتھ معیشت اور خارجہ پالیسی پر مشاورت ہونی چاہیے۔ کوئی ایک پارٹی یا ادارہ ان مسائل کو حل نہیں کرسکتا۔ اس لیے قومی حکومت کی بات کرتا ہوں، جس میں تمام سٹیک ہولڈرز شامل ہوں۔'' (دنیا کامران خان کے ساتھ)

ہمارے ہاں یہ سب ڈیل میکر سیاست دان ہیں۔ انھیں انقلابی لیڈر سمجھنا ایک فریب ہے۔ اور یہ سارے لوگ جاری نظام کے ایک ہی کیمپ کے کھلاڑی ہیں۔ اس نظام کو جب کسی انقلابی کیمپ سے خطرہ ہوگا تو اس نظام کی یہ سب قوتیں یک جا ہوجائیں گی۔ لہٰذا ان سے نظام کو کوئی بڑا خطرہ نہیں ہے۔ پُرانے مُہروں کا اصل شکوہ یہ ہوتا ہے کہ ہم سے اب کام کیوں نہیں لیا جاتا۔ ریس کے کھوڑے کیوں بدلے جارہے ہیں۔ دراصل سرمایہ داری نظام بھی مسلسل اصلاح چاہتا ہے، تاکہ اس کے خلاف کوئی عوامی بغاوت منظّم نہ ہوجائے اور پس ماندہ ملکوں کے کلاسیکل سرمایہ داری نظام کو ترقی یافتہ جدید سرمایہ داری سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ بس اسی کے خلاف پائیدار تبدیلی کی تیاری اور وقت کا انتظار ہی مشکل کام ہوتا ہے، جس سے جذباتی ذہن گھبرا کر ایسی تحریکوں سے امیدیں وابستہ کر بیٹھتے ہیں۔

لہٰذا اس نئی حکومت سے کسی بڑی تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ الیکٹورل پراسس (Electoral process) کے ذریعے بننے والی حکومت اور کسی منظّم انقلاب کے نتیجے میں آنے والی حکومت کے فیصلوں میں واضح فرق ہوتا ہے۔ مغربی سرمایہ دارانہ جمہوریت کے ماڈل کی علم بردار حکومتوں میں انقلاب کے بجائے سمجھوتے کی سیاست ہوتی ہے۔ اس سے بڑے بڑے فیصلوں اور جوہری تبدیلیوں کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ (مدیر)

www.rahimia.org

عالَمِ حشر کے کچھ واقعات کا تذکرہ

2

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ ظاہری دنیا میں وقوع پذیر ہونے والی بہت سی ایسی چیزیں ہیں، جن کے ذریعے سے ایک خاص معنی کو مناسب اجسام کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس حیثیت سے وہ بھی خواب کی ایک مثال بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل واقعات:

(1) حضرت داؤدؑ کے سامنے جھگڑنے والے دو فریقوں کی صورت میں فرشتے ظاہر ہوئے۔ انھوں نے اُن کے سامنے اپنا مقدمہ رکھا (کہ ایک فریق کے پاس 99 بھیڑیں ہیں اور دوسرے کے پاس صرف ایک بھیڑ ہے۔ پہلا فریق دوسرے سے اُس کی ایک بھیڑ بھی لینا چاہتا ہے۔ اس پر حضرت داؤدؑ نے پہلے فریق پر ظالم ہونے کا فیصلہ دیا۔) اس سے انھوں نے سمجھ لیا کہ اُن سے اُوریا کی بیوی کے بارے میں لغزش ہوئی ہے۔ چناں چہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے استغفار کیا اور توبہ کی۔ (القرآن 38:21-26، تفسیر بغوی)

(2) حضورؐ کے سامنے (معراج کی رات) دودھ اور شراب کے دو پیالوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا کہا گیا۔ آپؐ نے دودھ کے پیالے کو پسند فرمایا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپؐ کی اُمت پر فطرتِ انسانی کے تقاضے اور شہوات پر مبنی خواہشات پیش کی گئیں اور اُمت کے نیک لوگوں نے ان میں سے فطرت کو پسند فرمایا۔ (بخاری، حدیث 3394)

(3) (بئرِ اَرِیس) کے منڈیر پر حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تینوں اکٹھے کنوئیں کے ایک جانب بیٹھے تھے، جب کہ حضرت عثمانؓ منڈیر کی دوسری جانب اکیلے بیٹھے۔ یہ واقعہ ان حضرات کے دفن ہونے کے مقام کے مختلف ہونے کی حالت ظاہر کر رہا ہے۔ یہ تعبیر حضرت سعید بن مسیّبؒ نے کی ہے، جو بہت کافی ہے۔ (بخاری، حدیث 7097)

(یاد رہے کہ) عالَمِ حشر کے اکثر واقعات خوابوں کے اسی پہلو سے تعلق رکھتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اکثر لوگوں کے نفسِ ناطقہ کا اپنے نسمے (روحِ حیوانی) کے ساتھ بہت شدید اور مضبوط تعلق ہوتا ہے۔ ان کے نسمے کو اپنے مطلوبہ حیوانی علوم سے بڑا تعلق ہوتا ہے۔ اعلیٰ اور بلند علوم سے اُن کی نسبت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے جیسا کہ ایک پیدائشی اندھا اپنے دماغ میں رنگوں اور روشنیوں کا بالکل کوئی تخیل نہیں رکھتا۔ وہ بہت لمبی مدت اور طویل عرصے کے بعد صرف مثالوں اور شبیہوں کی صورت میں ہی روشنیوں اور رنگوں کی کچھ حقیقت جان سکتا ہے، ورنہ اندھا آدمی اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔

حشر کے فوری بعد انسانی نفوس کے لیے جزا و سزا کی صورتیں

(1) (نیک لوگوں کا) آسان حساب و کتاب سے گزرنا۔ (2) یا (بُرے لوگوں کو) سخت حساب کتاب کے مرحلے سے گزرنا۔ (3) یا پُل صراط سے (نیکوں کو) نجات اور (بُروں کا) تکلیف دہ حالت میں گزرنا۔ (4) یا (کسی رہنما کے پیچھے چلنے والے) آدمی کا اپنے رہنما کے تابع ہونا۔ (اچھا رہنما ہے) تو نجات پائے گا۔ (اور بُرا رہنما ہے تو) ہلاک اور تباہ ہوجائے گا۔ (5) یا (گنہ گار) آدمی کے ہاتھ پاؤں اُس کے خلاف گواہی دیں گے اور (نیک آدمی) کا نامۂ اعمال پڑھ کر سنایا جائے گا۔ (6) یا اُس نے جو خیانت کی اور بخل سے کام لیا، وہ چیز ظاہر ہوگی اور اُس کی کمر پر لاد دی جائے گی۔ اور اس کا جمع کیا ہوا مال آگ میں تپا کر اُسے داغ لگایا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ انسان کی صورتِ نوعیہ کے احکامات کے نتیجے میں ہر انسان کے سامنے اُس کے کیے ہوئے کاموں کی مناسبت سے آثار و نتائج کی صورتیں بنتی چلی جائیں گی۔ جس آدمی کا نفسِ ناطقہ زیادہ مضبوط اور نسمہ زیادہ وسیع ہوگا، حشر میں ہونے والے واقعات اُس کے حق میں اُتنے ہی زیادہ وافر اور مکمل صورت میں ظاہر ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے خبر دی ہے کہ: ''میری اُمت کا اکثر عذاب اُن کی قبروں میں ہی پورا ہوجائے گا۔''

عالَمِ حشر میں کچھ ایسے امور مثالی صورت میں ظاہر ہوں گے کہ جن کے مشاہدے میں تمام انسان برابر ہوں گے: مثلاً (1) نبی اکرمؐ کی بعثت سے پھیلنے والی ہدایت، حوضِ (کوثر) کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ (2) انسانوں کے تمام اعمال کا وزن وغیرہ کیا جائے گا۔ (3) نعمتوں کا اظہار عمدہ کھانوں، جی بھر کر پینے والی شرابوں، خوب صورت حوروں، عمدہ لباسوں اور وسیع و عریض محلات کی صورت میں ہوگا۔

(بعض انسانوں کے) ظلمتوں کے پردوں سے نکل کر نعمتوں کی طرف جانے کے عجیب تدریجی مراحل ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرمؐ نے اُس آدمی سے متعلق ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے جو جہنم سے نکلنے والا آخری شخص ہوگا۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ، حدیث نمبر 5582)

(عالَمِ حشر میں) انسانی نفوس کے لیے اُن کے نوعی تقاضوں کے سبب پیدا ہونے والی خواہشات نعمت کی صورت میں ظاہر ہوں گی۔ اور کچھ ایسی خواہشات ہیں جو درجے میں اُن سے کم اور ایک دوسرے سے الگ اور ممتاز ہوں گی۔ یہ بات نبی اکرمؐ کے اس فرمان میں ہے کہ: ''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں سرخی مائل کالے ہونٹوں والی گندم گونی رنگت والی لڑکی دیکھی۔ میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو جعفر بن ابی طالبؓ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ سرخ ہونٹوں والی گندم گونی رنگت والی لڑکی میں رغبت رکھتے ہیں تو اللہ نے اُن کے لیے یہ لڑکی پیدا کی ہے۔'' (کنز العمال، حدیث 33186) اور نبی اکرمؐ کا یہ قول بھی ہے کہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ جب تمھیں جنت میں داخل کرے اور تم چاہو کہ ایک سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جنت میں جہاں چاہو اُڑتے پھرو تو اللہ تبارک و تعالیٰ ایسا ضرور کرے گا۔'' (ترمذی، مشکوٰۃ، حدیث 5642) اور رسول اللہؐ کا یہ فرمان کہ: ''بے شک جنتیوں میں سے ایک آدمی اپنے ربّ سے کھیتی کاشت کرنے کی اجازت مانگے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اُسے کہیں گے کہ یہاں تیرے لیے کیا وہ تمام چیزیں نہیں جو تو چاہتا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں! لیکن میں چاہتا ہوں کہ کاشت کاری کروں۔ پس وہ بیج بوئے گا اور چشم زدن میں بیج اُگیں گے، کھیتی بڑی ہوگی اور اُسے کاٹ لیا جائے گا۔ اور پہاڑوں کی طرح اُس کے ڈھیر لگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: اے ابنِ آدم! لے پکڑ! بے شک کوئی چیز تیرا پیٹ نہیں بھر سکتی۔'' (بخاری، مشکوٰۃ، حدیث 5653)۔ پھر سب سے آخر میں اللہ ربّ العالمین کی زیارت ہوگی اور جنت کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوئے جنتیوں پر اللہ کی تجلیات میں سے سلطان التجلّیات ظاہر ہوگی۔

اس کے بعد جو کچھ ہوگا، اس کے بیان سے میں بالکل خاموش رہوں گا۔ حضورؐ کی اقتدا کرتے ہوئے اس کا میں بالکل تذکرہ نہیں کروں گا۔''

(باب ذکر شيء من أسرار الوقائع الحشرية)

www.rahimia.org

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

حضرت امام ابوموسیٰ بصری ہندیؒ اور صحبت کی اہمیت

حضرت امام حسن بصریؒ (وفات ۱۱۰ھ) کے تلامذہ میں دو حضرات ان کے بہت خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ ان دونوں حضرات کا تعلق ہمارے اس خطے ہندوستان سے ہے۔ اس لیے وہ ''ہندی'' کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ایک امام ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری ہندیؒ صاحب الحسن (حضرت حسن بصریؒ کی صحبت اٹھانے والے) محدث اور تاجر ہیں اور دوسرے امام ربیع بن صبیح بصریؒ صاحب الحسن فقیہ و مجاہد ہیں۔

امام ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری ہندیؒ نے حضرت حسن بصریؒ کی صحبت سے خوب استفادہ کیا۔ دین اسلام کی بہت سی باتیں ایسی ہیں، جو علمائے اسلام کو صرف انھیں کے ذریعے معلوم ہوئی ہیں۔ مثلاً امام بخاریؒ نے ''کتابُ الصُّلح'' میں حضرت ابوبکرہؓ صحابیِ رسولؐ کی ایک روایت حضرت حسن بصریؒ کے واسطے سے اسرائیل بن موسیٰ سے نقل کی ہے۔ اس حدیث میں حضورؐ نے حضرت امام حسنؓ بن علیؓ کے بارے میں فرمایا کہ: ''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔'' (حدیث نمبر 2704) امام بخاریؒ امام ابوموسیٰ اسرائیلؒ سے یہ حدیث روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''ہمیں اسرائیل بن موسیٰ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن بصریؒ، حضرت ابوبکرہؓ کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے۔''

یہی امام ابوموسیٰ، حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: میں نے حسن بصریؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: ''إنّ العبد لیذهب ممّا یزال به کئیبا حتّٰی یدخل الجنة.'' (بے شک جو انسان اپنے کیے ہوئے گناہوں کے سبب ہر وقت غم واندوہ میں ڈوبا رہے، تو وہ اسی حزن وغم کے باعث جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔)

امام احمد بن حنبلؒ نے علمائے ربانی کی صحبت کی اہمیت کے سلسلے میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے: ''ابوموسیٰ کا قول ہے: میرا حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی مجلس میں ایک دفعہ کا بیٹھنا، میرے ایک سال کے عمل کے مقابلے پر دل پر زیادہ یقین واعتماد کی کیفیت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔''

۱) صحابہ کرامؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں علم و اَخلاق، کتابوں سے زیادہ مشائخ کی محبت سے حاصل کیا جاتا تھا۔ جو کسی شیخ سے زیادہ وابستہ ہوتا، وہ اس کا ''صاحب''، یعنی صحبت یافتہ کہلاتا تھا۔

۲) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جامع صفات عالم، فقیہ، صوفی اور مجاہد ہیں۔ امام ابوموسیٰؒ کے ہاں ان کی ایک مجلس کی قیمت ایک سال کی عبادت سے زیادہ ہے۔

۳) آج اس دجالی فتنے کے دور میں بہ ظاہر علم کی جتنی کثرت ہے، شاید اس سے پہلے نہ کبھی ہو، مگر صحبت نہ ہونے کی وجہ سے یہی علم فتنہ اور حصولِ زر کا ذریعہ بن گیا ہے۔

۴) یہ علما علم کے فروغ و اشاعت، اپنے الگ ذریعہ روزگار تجارت اور محنت مزدوری وغیرہ کے ساتھ کرتے تھے۔

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

قرض کتنا لیا جائے؟

آج کی دنیا کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ملک ایسا نہیں، جس پر مختلف حوالوں سے قرض موجود نہ ہو، لیکن ان میں سے متعدد ممالک ترقی، خوش حالی اور معاشرتی زندگی میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ دوسری جانب ہم پاکستان کی صورتِ حال کا جائزہ لیں تو اس کا بال بال قرض میں جکڑا ہوا ہے اور دن بہ دن معاشی ترقی سست روی کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاشی امور کی سرانجام دہی کے لیے کیا قرض لینا ضروری ہے؟ اور اگر ضروری ہے تو کتنا لیا جائے؟ اس کی حد کیا ہے؟ یاد رہے کہ ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں، جہاں قومی اور بین الاقوامی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام مسلط ہے اور ہمیں مسئلے کا تجزیہ اسی تناظر میں کرنا ہوگا۔ چناں چہ کسی بھی معیشت کی پیداواری صلاحیت دراصل اس بات کا تعین کرتی ہے کہ وہ کتنا قرض برداشت کر سکتی ہے۔ کیوں کہ اسی پیداوار کی مدد سے قرض کو سود سمیت واپس کیا جانا ہوتا ہے۔ پیداواری صلاحیت زراعت، صنعت، تجارت اور مالیاتی نظام کی بہتری پر منتج ہوتی ہے۔ ہر معیشت میں بہتر مصنوعات کے ذریعے پیداوار کی کوشش اور حکمتِ عملی بین الاقوامی سطح پر تجارتی فائدے میں بڑھوتری کا سبب بنتی ہے۔ چناں چہ جس ملک کی برآمدات زیادہ ہوں گی، اس ملک میں قرض واپس کرنے کی صلاحیت بھی زیادہ ہوگی۔ اس لیے قرض کی مقدار سے کہیں زیادہ تجارتی برتری کسی بھی ملک کی معیشت کی مضبوطی کی وجہ ہوتی ہے۔ دراصل اس تناظر میں مختلف اصطلاحات معاملے کو پیچیدہ بنا دیتی ہیں۔

کہنے کو دنیا میں سب سے زیادہ مقروض ملک امریکا ہے، جس پر 212 کھرب ڈالر کا قرض ہے اور امریکی معیشت کی سالانہ پیداوار لگ بھگ اتنی ہی ہے، لیکن بہترین تجارتی صلاحیت اور دنیا کے بڑے مالیاتی اداروں پر اس کی گرفت کی وجہ سے یہ قرض فی الوقت امریکا کی برداشت میں ہے۔ دوسری جانب پاکستان پر 2.3 کھرب ڈالر کا قرض ہے، جبکہ اس کی سالانہ پیداوار 3 کھرب ڈالر ہے، لیکن پاکستان کی تجارتی صلاحیت اتنی کمزور ہے کہ یہ سالانہ بنیاد پر صرف 20 ارب ڈالر برآمدات کی مد میں حاصل کرتا ہے، جو کافی نہیں۔ اس لیے اسے اپنی سالانہ پیداوار کے زرِمبادلہ میں تبدیل نہ ہونے کی وجہ سے اپنے روزمرہ امور چلانے کے لیے بھاری رقوم قرض کے طور پر لینی پڑتی ہیں۔ اسی طرح بھارت پر 20 کھرب ڈالر کا قرض ہے، جب کہ اس کی سالانہ پیداوار 28.5 کھرب ڈالر ہے اور اس کی برآمدات 3 کھرب ڈالر ہے، لیکن بین الاقوامی سیاحت اور بیرونِ ممالک مقیم بھارتیوں کی وطن میں رُقوم کی منتقلی اس کی معیشت کو مطلوبہ وسائل فراہم کرتے ہیں۔ ترکی کا احوال لیں تو اس پر 3 کھرب ڈالر کا قرض ہے، جبکہ سالانہ پیداوار 10 کھرب ڈالر ہے، لیکن ترکی کی برآمدات 1.6 کھرب ڈالر کی ہیں اور اس کا شمار دنیا کی سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی معیشت میں ہوتا ہے۔ (اور یہ ظاہری ترقی دراصل ترکی کے اپنے قومی اثاثے بیچنے کی وجہ سے ہے۔)

چناں چہ آج کی دنیا میں قرض لینا بڑا جرم نہیں ہے، بلکہ اس قرض کی بنیاد پر معیشت کو اپنے پاؤں پہ کھڑا نہ کرنا اور اسے لے کر کسی پیداواری عمل میں نہ لگانا بڑا جرم ہے۔

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

سات پرانے صنعتی ممالک

آج کل سات بڑے صنعتی ممالک (جی سیون (G-7) یعنی فرانس، جرمنی، برطانیہ، امریکا، اٹلی، جاپان اور کینیڈا) ایک دفعہ پھر معاشی بحران کی جکڑ میں ہیں، جس نے سرمایہ دار دنیا کی معیشتوں کو مفلوج کر رکھا ہے۔ اس بحران کو باقی دنیا میں منتقل کرنے کی تمام تدبیریں اور سارے ہتھکنڈے ناکام ہوچکے ہیں۔ بحران کو باقی دنیا میں پھیلانے کے لیے طاقت اور سیاست کی ساری چالیں اُلٹی ہوچکی ہیں۔ سرمایہ دار دنیا کے مقابلے پر سوشلزم کا نیا ورژن چین کی صورت میں وجود میں آچکا ہے، جو اپنے تمام کارڈز بڑی ہوشیاری سے کھیل رہا ہے۔

چینی نیوز ایجنسی کی 10/جون کی رپورٹ کے مطابق ٹرمپ کا کہنا تھا کہ: ''ہم نے اپنے ملک کی سٹیل اور ایلومینیم کی صنعتوں کی حفاظت کے لیے حالیہ محصولات عائد کیے ہیں۔'' سٹیل اور ایلومینیم کی مصنوعات چوں کہ یورپی یونین، کینیڈا اور میکسیکو سے درآمد ہوتی ہیں، لہٰذا ٹرمپ نے اپنے ملک میں یکم/جون سے ان پر محصولات عائد کر کے معاشی حالات میں مزید سنگینی پیدا کردی ہے۔ دوسری طرف امریکی صدر نے اپنے ٹویٹ میں کینیڈا کے صدر پر تنقید کرتے ہوئے مزید کہا ہے کہ: ''کینیڈا کے صدر نے اپنے ملک میں امریکی زرعی مصنوعات، کاشت کاروں اور کاروباری سرگرمیوں پر جواباً جن محصولات کو عائد کرنے کی بات کی ہے، اس نے امریکی صدر کو مجبور کیا ہے کہ وہ G-7 کے حالیہ اجلاس کے مشترکہ اعلامیے پر دستخط نہ کرے۔'' حالاں کہ اس اعلامیے میں جو امور تمام ممالک نے متفقہ طور پر طے کیے تھے، اُن میں تمام رُکن ممالک کے لیے مساوی حیثیت سے تجارتی معاملات طے کرنے اور محصولات لگانے کے صحیح طریقۂ کار کو اختیار کرنے پر زور دیا گیا تھا، جسے امریکی صدر نے انتہائی رعونت کے ساتھ مسترد کردیا۔ اور اپنے نمائندوں کو اس پر دستخط کرنے سے روک دیا۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایک خط کے ذریعے نیٹو کے رُکن ممالک پر بھی زور دیا ہے کہ وہ اپنے ملکوں کے نیٹو کی بابت فوجی اخراجات بڑھائیں۔ امریکی اخبار نیو یارک ٹائمز 10/جون 2018ء کے مطابق: ''جن ملکوں کو یہ خط لکھا گیا ہے، ان میں جرمنی، کینیڈا، ناروے، بیلجیئم، اٹلی، لکسمبرگ، ہالینڈ، پرتگال اور اسپین شامل ہیں۔ امریکی صدر کا ان ملکوں کو فوجی اخراجات بڑھانے پر زور دینا' گویا اپنی دفاعی صنعت کو ایندھن فراہم کرنے کے مترادف ہے۔'' روسی اخبار پراودہ کی 8/جون 2018ء کی رپورٹ کے مطابق: ''امریکی صدر نے روس کو گروپ سیون میں دوبارہ شمولیت کی بھی دعوت دی ہے۔'' وی او ایکس (VOX) کی 5/جولائی کی رپورٹ کے مطابق: ''امریکی صدر ٹرمپ اپنے سیکورٹی مشیر جان بولٹن کو 16/جولائی کو ہل سنکی (Helsinki) کے مقام پر روسی صدر ولادی میر پیوٹن سے ملاقات کر کے اپنے یورپین اتحادیوں پر دھاک بٹھانا چاہتا ہے۔''

ان حالات میں امریکا نے روس سے ملاقات کا اعلان کر کے درج ذیل پہلوؤں پر غور کرنے کے لیے اُسے مجبور کرنے کی کوشش کی ہے:

1۔ امریکا نفسیاتی طور پر کینیڈا پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ اس لیے کہ اسی نے G-7 کے اجلاس میں ٹرمپ کی طرف سے محصولات عائد کرنے کے اعلان پر سب سے شدید ردّعمل کا اظہار کیا تھا۔

2۔ روس کو گروپ سیون میں دوبارہ شمولیت کی دعوت دینا محض اس لیے ہے کہ وہ یورپین اتحاد کے لیے مشکلات پیدا کرسکے۔ کیوں کہ ان ممالک نے بھی امریکا کو دھمکی دی تھی کہ اگر امریکا یورپین مصنوعات پر پابندی عائد کرتا ہے تو ان کے پاس بھی دوسرا آپشن موجود ہے۔

3۔ یہ کہ امریکا روس کو اپنے قریب کر کے چین کو تنہا کرسکے۔ کیوں کہ آج دنیا میں چین ہی واحد ملک ہے، جس سے امریکا کو سب سے زیادہ معاشی دھچکے لگے ہیں۔ اگر امریکا ایسا سوچتا ہے تو یہ بھی اس کی خام خیالی ہوگی۔ کیوں کہ جب امریکا نے روس اور ایران کو تباہ کرنے کے لیے اس کے خلاف تیل کا ہتھیار استعمال کیا تھا تو چین ہی تھا، جس نے روسی سٹاک ایکسچینج میں بھاری سرمایہ کاری کر کے اس کے روبل کو گرنے سے بچایا تھا۔ جس کے نتیجے میں امریکی حملہ نہ صرف ناکارہ ہوا، بلکہ اس کا اتحادی سعودی عرب اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں ایسا پھنسا کہ آج تک اُلجھی ہوئی ملکی معیشت کی گرداب سے نہیں نکل سکا۔ چین اس بات کا کئی دفعہ اظہار کر چکا ہے کہ: ''روس چین کا سرکاری دوست ہے۔''

4۔ یہ کہ چین بھی سمجھتا ہے کہ وہ اکیلا استعماری قوتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس کی اُبھرتی ہوئی اور پھیلتی ہوئی معیشت اکیلے استعماری ممالک کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ خواہ چین معاشی طور پر کتنا ہی مستحکم کیوں نہ ہو۔ بلکہ اس ساری کامیابی کے پیچھے اصل طاقت ایس سی او (Shanghai Co-opration Organization) یعنی شنگھائی تعاون تنظیم ہے جو آج ایک طاقت ور بلاک کی شناخت بن چکا ہے۔

5۔ یہ کہ جب تک یورپین اور امریکن اتحاد پر مشتمل استعمار دُنیا کو بلا شرکتِ غیرے لوٹتا رہا اور مقابلے کی کوئی طاقت میدانِ عمل میں نہ تھی تو ان کے اندر کے اختلافات سامنے نہیں آتے تھے۔ آج جب حالات بدل چکے ہیں تو ان کے درمیان ''دال جوتوں میں بٹنے لگی'' کی مصداق نظر آتی ہے۔

اگر سارے تناظر پر غور کیا جائے تو ایک بات سامنے آتی ہے کہ جی سیون کی حکمتِ عملی گزشتہ صدی کی تھی، جس میں مغربی یورپ کی کوشش تھی کہ وہ روس کو قریب کر کے اسے مغربی سماجی ڈھانچے کا حصہ بنا سکے، لیکن وہ عہد تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ مولانا سندھیؒ کے بہ قول: ''اگر اہلیت اور استعداد ہو تو تاریخ سے سبق سیکھا جاسکتا ہے۔''

روس نے مغربی سماج سے علاحدہ رہتے ہوئے نہ صرف دنیا میں اپنی حیثیت منوائی ہے، بلکہ اپنے معاشی ڈھانچے کو مغرب اور امریکا کے حملوں سے بچاتے ہوئے ان پر آگے بڑھ کر ایسے جوابی اقدامات کیے ہیں، جن سے آج وہ مکمل طور پر دباؤ میں آچکے ہیں۔

www.rahimia.org

رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

حج؛ عزم و ہمت میں پختگی اور نظریے میں رسوخ پیدا کرتا ہے

۱۱/ ذوقعدہ ۱۴۳۸ھ/ 4/ اگست 2017ء بروز جمعۃ المبارک کو حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اپنے رُفقا و متعلقین کے ہمراہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے لاہور سے حرمین شریفین کے سفر پر تشریف لے گئے۔ تقریباً 35 دنوں پر مشتمل اس مبارک سفر سے ۱۶/ ذوالحجہ/ ۷/ ستمبر 2017ء بروز جمعرات 2 بجے رات حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ کی لاہور واپسی ہوئی۔ لاہور ائیرپورٹ حضرت اقدس مدظلہٗ کا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔

اگلے روز 8/ ستمبر جمعہ کے دن ادارہ رحیمیہ لاہور میں استقبال کے لیے پاکستان بھر سے آئے ہوئے سینکڑوں متعلقین و متوسلین نے نمازِ جمعہ حضرت اقدس مدظلہٗ کی امامت میں ادا کی۔ چناں چہ جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت اقدس آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ارشاد فرمایا:

’’معزز دوستو! یہ حج کے مہینے چل رہے ہیں اور ہماری جماعت کے احباب ان مہینوں میں شعائرِ مقدسہ مکۃ المکرّمہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً اور مدینہ منورہ کی زیارت اور فریضۂ حج کی ادائیگی کر کے واپس تشریف لائے ہیں۔ حج دراصل انسانی دلوں کی ہمت اور عزم، پختگی اور نظریے کے ساتھ اللہ کے ساتھ وابستگی اور انسانیت کی خدمت کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنے کا نام ہے۔ ماشاء اللہ! ہمارے احباب نے پوری کوشش کی ہے کہ وہ اپنے سلسلے کی اور جماعت کے تمام احباب کی نمائندگی کرتے ہوئے پورے عزم و ہمت کے ساتھ اُن تمام مناسکِ حج کو صحیح طریقے پر ادا کرنے کی کوشش کریں کہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰؐ تک انبیاؑ کو سکھلائے گئے تھے۔

دینِ اسلام میں حج کے یہ اعمال محض رسم نہیں ہیں۔ دیگر مذاہب کے ہاں کسی مقدس جگہ پر جانا رسومات کے طور پر ہوتا ہے، جب کہ حج میں یہ معاملہ نہیں ہے۔ حرمِ مکہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کے مقامات پر کیے جانے والے اعمال؛ حج کے ایسے تمام مناسک ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم اور ملاءِ اعلیٰ کے فیصلے کے مطابق سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھلائے گئے تھے۔ یہ انسانیت کے بنیادی مناسک ہیں۔ یہ کسی خاص فرقے یا کسی خاص قوم اور نسل کے مناسک نہیں ہیں۔ جو بھی حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے ہے، وہ مؤمن ہو کر اگر یہ مناسک پورے کرتا ہے تو وہ صحیح معنوں میں سچا آدمی ہے۔ اور اگر اُس نے یہ مناسک اس طریقے سے ادا نہیں کیے جو انبیا علیہم السلام نے بتلائے ہیں، تو دراصل وہ آدمیت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ انسانیت کی ترقی کے اصول، ضابطے اور طریقۂ عمل ہے۔ انسانیت بغیر اجتماع کے نہیں رہ سکتی۔ اور اُس کی اجتماعی تعلیم و تربیت کے لیے یہ مناسب ہے کہ دنیا بھر میں جہاں بھی حضرت آدمؑ کی مؤمن اولاد موجود ہے اور اس میں یہ استطاعت اور طاقت ہے کہ وہ حرمین میں پہنچ پائے تو اسے وہاں پہنچ کر حج کی اس اجتماعی تعلیم و تربیت کو سیکھنا ضروری ہے۔‘‘

مقاماتِ مقدسہ؛ تجلیات و انوارات کے مراکز ہیں

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آٹھویں تا تیرھویں ذوالحج کے پانچ ایام کی مقررہ ترتیب، اس میں ہونے والے تمام مناسکِ حج اور انسانی ترقی کے اعمال سکھائے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ سے کہا گیا کہ خانۂ کعبہ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں میں اعلان کیجیے کہ وہ حج کے لیے آئیں۔ چاہے جس حالت میں بھی ہوں۔ تو دُور دراز سے لوگوں نے اس آواز پر لبیک کہا اور وہاں پہنچنا شروع ہوگئے۔ پھر جب انسانیت نے بین الاقوامی ترقی کی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دورِ مبارک آیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تیسری دفعہ پھر آئے اور اسی طریقے سے حضورؐ کو ان پانچ ایام کے تمام مناسکِ حج سکھلائے۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا: ’’تم مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو۔‘‘ یعنی حج کا طریقۂ کار اور اعمال سیکھ لو۔

گویا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک آدمیت کی ہمتیں اور عزائم ان مقاماتِ مقدسہ پر جمع ہیں۔ کوئی بھی عمل کیا جائے تو وہ اس جگہ پر موجود رہتا ہے۔ آج سائنس دانوں کے نزدیک بھی کسی جگہ پر کیا ہوا کوئی کام یا کہی ہوئی کوئی بات ایک وقت تک محفوظ رہتی ہے۔ چناں چہ کسی کمرے میں آپ نے کوئی گفتگو کی تو کئی گھنٹے بعد بھی ریکارڈ کی جاسکتی ہے۔ وہ گفتگو اس فضا کے اندر اس جگہ پر برقرار رہتی ہے۔ جب سے مسلمانوں نے حرمین شریفین میں آنا شروع کیا ہے، اُن کی انسانی ہمتیں، خاص طور پر اولوالعزم لوگوں اور انبیا علیہم السلام کی ہمتیں اس مقامِ مقدس بیت اللہ الحرام، منیٰ، مزدلفہ، عرفات اور حدودِ حرم میں برقرار ہیں اور ان کے ساتھ چپکی ہوئی ہیں۔ اُن کے اعمال اور برکات یہاں پر محفوظ ہیں۔ گویا یہ پوری کی پوری سرزمین دراصل ملاءِ اعلیٰ اور فرشتوں کی زیرِ نگرانی اور عرشِ الٰہی کے ماتحت ہے۔ وہاں ہر وقت تجلیات و انوارات اور مقربین بارگاہِ الٰہی کی ہمتوں اور عزائم کی برکات نازل ہوتی رہتی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حرم میں وافر رزق اور ہر طرح کی نعمتیں رکھی ہیں۔ پہاڑوں کی خوب صورتی، ہر طرح کے کھانے پینے کی اشیا، ہوٹلوں کی چمک دمک، اعلیٰ قسم کی گاڑیاں اور سڑکیں اور ہر طرح سے انسانی نفس کو لبھانے والی اشیا وہاں موجود ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ حج پر جانے والے کا قلب کس طرف متوجہ ہوتا ہے؟ کیا وہ ان مادی چیزوں میں اُلجھا ہوا ہے یا اُس کا دل انبیا علیہم السلام کے انوارات و تجلیات کی طرف متوجہ ہے؟ اس لیے ضروری نہیں کہ جو آدمی وہاں حج کر کے آ گیا، تو گویا وہ تمام برکات و تجلیات ضرور سمیٹ لایا ہے۔ کیوں کہ حج وہی مقبول ہے، جو مبرور ہو۔ جس نے حج کے حوالے سے عائد ذمہ داریوں اور نیکیوں کی اساس پر اس حج کو سرانجام دیا، اُن ذمہ داریوں سے اچھے طریقے سے عہدہ برآ ہوا، تجلیاتِ الٰہی کی طرف متوجہ رہا، اسی کا حج مبرور ہے۔ اور جس نے غیر ذمہ دارانہ طریقے سے حج کیا، غفلت کے ساتھ محض چکر کاٹ کر آ گیا۔ اور اس کی توجہ دیگر چیزوں میں اُلجھی رہی تو یہ حج مبرور نہیں ہوگا۔‘‘

حج؛ اَخلاقِ اربعہ کی تربیت کا حصول

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حج کا مقصد چار بنیادی اَخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنا بتایا ہے۔ سب سے پہلا خُلق پاکیزگی اور طہارت ہے کہ حج کے نتیجے میں جسم، خیالات، عادات اور رویوں کی پاکیزگی انسان اپنے اندر پیدا کرے۔ دوسرا خُلق اخبات الی اللہ یعنی اللہ کی طرف توجہ پیدا کرنا ہے۔ تیسرا خُلق سماحت اور انسانی وقار کا تحفظ ہے کہ اطمینان اور سکون کے ساتھ چیزوں کو سرانجام دینے کی صلاحیت اور استعداد پیدا ہو۔ اور چوتھا خُلق عدالت ہے کہ ایسا ملکہ پیدا ہو جائے کہ جس سے انسانوں کا نظم و نسق چلانے اور انھیں عدل کی بنیاد پر سہولت بہم پہنچانے کا سلیقہ آ جائے۔

نبی اکرمؐ کی سیرت سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ کیسے آپؐ نے حج کے نتیجے میں طہارت، اخبات، سماحت اور عدالت کے ذریعے اپنے معاشرے کے نظام کو کنٹرول کیا۔ وہ ہمارے لیے ایک بہت بڑا نمونہ اور معیار ہے۔ اس لیے دین اسلام میں خلافت وحکومت کے ذریعے نظم ونسق قائم کرنے کا ایک بہترین نظام بنانا ضروری ہے۔ کیوں کہ اس کے بغیر عدالت کا ملکہ پورے طور پر نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اور اس نظام یا حکومت کی یہ چار ذمہ داریاں ہیں کہ وہ اس اجتماع کی طہارت کا خیال رکھے۔ پاکیزگی کو معاشرے میں یقینی بنائے۔ اُس اجتماع میں اُن کی توجہ الی اللہ کو بنیاد قرار دے۔ باقی تمام چیزیں ثانوی ہوں۔ اخبات الی اللہ کا جذبہ اُن کے اندر بیدار ہو۔ اُن کے اندر اطمینان وسکون اور وقار اور سماحتِ نفس کے اعلیٰ اَخلاق پیدا ہوں۔ اُن کے اندر عدل وانصاف کی بنیاد پر تمام لوگوں کا نظم ونسق قائم کرنے کا نظام بنایا جائے۔ اور حج کے موقع پر چوں کہ دنیا بھر سے انسان آ رہے ہیں تو دنیا بھر سے اُن انسانوں کے لیے عالمی نظم ونسق قائم کرنا، عالمی سطح کے یہ امور اور معیارات قائم کرنا' لازمی اور ضروری ٹھہرا۔

اس وقت دنیا میں حج مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع ہے۔ بیس، تیس لاکھ ہو یا مختلف روایات کے مطابق چالیس لاکھ ہو۔ جتنا بھی مجمع ہے، بہت بڑا اجتماع ہے۔ اس نظم ونسق چلانے والوں پر اس اجتماع کی ذمہ داری ہے کہ وہ حج کے موقع پر ان امور کا لحاظ کر کے حج پر آنے والے لوگوں کو تربیت دیں کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں جا کر یہ امور سرانجام دینے کی اہلیت اور صلاحیت کا مظاہرہ کریں۔ لیکن آج کل معاملہ اُلٹا ہے۔ وہ مقدس جگہ، وہ انواراتِ الٰہی کا مقام کہ جہاں اَخلاق کے سیکھنے سکھانے کا عمل ہونا چاہیے، وہیں اگر بدمعاملگی ہو، وہیں اگر بدانتظامی ہو، وہیں اگر بداَمنی ہو جائے، وہیں اگر بھگدڑ مچ جائے، وہیں سکینت اور وقار عنقا ہو جائے، وہاں اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے آپس میں انسانوں کے ساتھ آدمی اُلجھنا شروع کر دے۔ وہاں کی چمک دمک اور ہوٹلوں کی سرمایہ پرستی اور تعیش پسندانہ زندگی پر آدمی فریفتہ ہو جائے تو حج کے لیے آنے والے انسان کے دل میں چاروں اَخلاق کے حوالے سے تربیت میں کوتاہی ہوگی۔ اس لیے حج پر جانے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اَخلاق کو ملحوظ رکھیں۔''

ولی اللّٰہی جماعت نے ہندوستان میں فریضۂ حج کو بحال کیا

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ سے پہلے ہندوستان کے بعض علما نے فتویٰ دے دیا تھا کہ اکثر اوقات بحری جہازوں کے سمندر میں ڈوبنے، برّی راستوں کے ڈاکوؤں کی وَجہ سے غیر محفوظ ہونے اور صحراؤں کے مشقت بھرے راستوں کی وَجہ سے اب ہندوستان کے لوگوں کا حج پر جانا گویا اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس لیے ہندوستانیوں پر حج فرض نہیں رہا۔ اس کے مقابلے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کی ولی اللّٰہی مجددی جماعت نے ہندوستان کے لوگوں کو سفرِ حرمین شریفین اور حج کے ساتھ وابستہ کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے خود سفرِ حج کر کے حج کے اس اہم فریضے کو دوبارہ لوگوں میں زندہ کیا۔ ان کے بعد ولی اللّٰہی جماعت کے رہنماؤں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے پورے ہندوستان میں دورہ کر کے اس حکمِ شرعی کو فروغ دیا کہ حج فرض ہے۔ چناں چہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے اس پر فتویٰ بھی دیا کہ جو صاحبِ استطاعت، پُرعزم اور ہمت والے لوگ ہیں، وہ ضرور حج کے لیے جائیں۔

وہاں کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے حرمین شریفین کو اپنا مرکز بنایا ہے۔ آج ولی اللّٰہی جماعت میں جو فیض جاری ہے، وہ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ہے، جنھوں نے باقاعدہ طور پر مکہ مکرمہ کو اپنا مرکز بنایا۔ جب تک حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ اور حاجی صاحبؒ زندہ رہے، ہمارے تمام ولی اللّٰہی بزرگ اُن کے پاس مکہ مکرمہ میں پہنچتے رہے اور اُن کی معیت میں آزادی کے نظریے کے ساتھ مناسکِ حج ادا کرتے رہے۔ اور اسی نظریے کا اظہار غلبہ دین کے لیے 1857ء میں جنگِ آزادی کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند کے لیے جو تاریخی اصولِ ہشت گانہ متعین کیے، وہ وہاں کی برکات ہیں۔ اسی طرح دیگر اکابرین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور پوری ولی اللّٰہی جماعت کا کردار مکہ مکرمہ کو مرکز بنانے اور حج بیت اللہ کے ثمرات ہیں۔

الحمدللہ! حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی عظیم کوششوں اور جدوجہد کے نتیجے میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت عالی رائے پوریؒ کا غلبہ دین اور آزادی کا نظریہ زندہ ہے۔ ہماری جماعت کے احباب نے حج کے موقع پر ان اَخلاقِ اربعہ کو سیکھنے، سمجھنے اور ان کے ساتھ وابستہ رہنے کا عزم کیا ہے۔ انھوں نے غلبہ دین کے نظریے سے تمام مناسکِ حج پورے کیے ہیں۔ اس مقدس مقام کے ساتھ اپنا تعلق اتنا پختہ کیا ہے کہ اُس کے نمائندے بن کر اپنے وطنِ عزیز میں اَخلاقِ اربعہ کی بنیاد پر غلبہ دین کے نظریے کے ساتھ کام کریں۔''

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت مولانا فضلِ واحد المعروف حاجی ترنگ زئیؒ

ہندوستان کی تحریکِ آزادی کے لیے کی گئی کاوشوں میں خیبر پختونخوا (آزاد قبائل) کے کردار کو ہمیشہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ اس خطے کی آزادی پسند شخصیات میں حاجی فضلِ واحد صاحب ترنگ زئیؒ کا نام نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا اصل نام فضلِ واحد تھا۔ وہ 1858ء میں ترنگ زئی میں جناب سیّد فضلِ احد کے ہاں پیدا ہوئے۔ ترنگ زئی چارسدہ کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ قصبہ دینی علوم کے فروغ کے لیے مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ حاجی صاحبؒ کے دادا سیّد رُستم شاہؒ کا شمار اُن مجاہدین میں کیا جاتا ہے، جنھوں نے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی سربراہی میں بالاکوٹ کے میدان میں سکھوں کے خلاف جہاد میں عملی طور پر حصہ لیا۔

حاجی صاحبؒ نے ابتدائی کتب ترنگ زئی کے ایک ممتاز عالم دین سیّد ابوبکر اخوند زادہؒ سے پڑھیں۔ مزید تعلیم کے حصول کے لیے پشاور کے قریب تہکال پایان کے مشہور دینی دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ اسی دوران افغانستان کے ایک قصبے ہڈہ تشریف لے گئے، جہاں حضرت اخوند عبدالغفور سواتیؒ کے خلیفہ حضرت نجم الدین ہڈے مُلاّؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ازاں بعد ان کے جانشین بھی قرار پائے۔ افغانستان سے واپس آکر مزید تعلیم کے حصول کے لیے انھوں نے دیوبند کا سفر اختیار فرمایا۔ وہاں کے سرحدی طلبا نے ان کی بہت آؤ بھگت کی اور ان کا تعارف حضرت شیخ الہندؒ سے کرایا۔

حضرت مولانا فضلِ واحدؒ حضرت شیخ الہندؒ کے انقلابی نظریات سے بہت زیادہ متأثر ہوئے۔ چوں کہ وہ اس سے قبل امام المجاہدین اخوند عبدالغفورؒ کی صحبت میں وقت گزار چکے تھے اور حریت پسند نظریات سے مناسبت پیدا ہوچکی تھی، اس لیے حضرت شیخ الہندؒ کے گرویدہ ہوگئے۔ حضرت شیخ الہندؒ بھی ان کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں رہتے ہوئے حاجی صاحب ترنگ زئیؒ نے یوں تو بہت سے اکابرین سے اخذِ فیض کیا، لیکن ان میں نمایاں حیثیت حضرت شیخ الہندؒ کے علاوہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو حاصل ہے۔ 1877ء میں ان حضراتؒ کے ساتھ حج کی غرض سے حجاز تشریف لے گئے تو مکہ مکرمہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعتِ جہاد کی۔ گویا خود کو مکمل طور پر ولی اللّٰہی قافلے میں شامل کرلیا۔

حج کی ادائیگی کے بعد جب مولانا فضلِ واحدؒ وطن واپس تشریف لائے تو تبلیغ و ارشاد کے ساتھ ساتھ نوجوانوں میں انقلابی روح پھونکنے کی جدوجہد کو اپنا شعار بنایا۔ انھیں ''حاجی صاحب ترنگ زئی'' کے نام سے پکارا جانے لگا۔ باطنی ترقی کی خاطر حاجی صاحبؒ نے مشہور مجاہد اور معروف عالم دین حضرت نجم الدین ہڈے مُلاّؒ کے ہاتھ پر بیعتِ طریقت کی۔ ہڈے مُلاّؒ حضرت عبدالغفور اخوند صاحب سواتیؒ کے خلیفہ تھے۔

1897ء میں ہڈے مُلاّ صاحبؒ کی قیادت میں مالاکنڈ، چکدرہ اور دوسری انگریز چھاؤنیوں پر حملوں میں حاجی صاحبؒ نے بھرپور حصہ لیا۔ 1902ء میں حضرت نجم الدّین ہڈے مُلاّؒ کے وصال کے بعد حاجی صاحبؒ نے صوفی عالم گلؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، جنھوں نے ان کی صلاحیتوں سے متأثر ہوکر اپنی تلوار اور دستار عنایت فرمائی۔ 1908ء میں حج سے واپس آکر حاجی صاحبؒ نے عوامی رابطہ مہم کا آغاز فرمایا۔ 1912ء میں تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے تعلیمی تحریک کا آغاز فرمایا اور بے شمار سکول قائم کیے۔

دی ٹریبیون دہلی (18/جون 1937ء) میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق: ''حاجی صاحبؒ نے 1912ء میں تعلیم تحریک کا آغاز کرتے ہوئے خیبر پختونخوا کی برطانوی حدود کے دیہی علاقوں میں سکولوں کا سلسلہ شروع کیا اور انھیں کامیابی سے چلاتے ہوئے سینکڑوں تک پہنچا دیا۔'' 1913ء میں اسلامیہ کالج پشاور کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کا نام ''دارالعلوم اسلامیہ'' رکھا اور اس کا سنگِ بنیاد حاجی صاحبؒ نے رکھا۔

پہلی جنگِ عظیم کے دوران انگریز نے خلافتِ اسلامیہ پر حملہ کیا، اس وقت دیگر ممالک کی طرح برعظیم پاک و ہند کے مسلمان بھی آگے بڑھے۔ حاجی صاحبؒ چوں کہ قیامِ دیوبند کے دوران سے ہی حضرت شیخ الہندؒ سے بہت متأثر تھے، اس لیے تحریکِ ریشمی رومال کے تحت اپنے تحریکی کام کا آغاز فرما دیا۔ 1913ء میں فتح پوری مسجد میں ایک خفیہ اجلاس کے تحت دیگر علاقوں کی طرح یاغستان (باجوڑ) میں تحریکِ آزادی کا مرکز قائم کیا گیا، جس کی سربراہی مولانا سیف الرحمٰنؒ اور حاجی صاحبؒ نے کی۔

1915ء میں حاجی صاحبؒ نے جب عوام سے تحریکِ آزادی میں شمولیت کی اپیل کی تو لوگ جوق در جوق ان کے ساتھ شامل ہوگئے اور یوں حضرت شیخ الہندؒ کی قائم کردہ تحریک کو بہت تقویت ملی۔ 1916ء اور 1917ء میں حاجی صاحبؒ اپنے سرفروشوں کے ہمراہ باجوڑ اور مہمند میں جمع ہوئے اور انگریز کی جانب سے کسی بھی خطرے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قلعہ شبقدر پر لشکرکشی کی۔ مجاہدین نے جان پر کھیل کر انگریزوں کا مقابلہ کیا اور انھیں کافی نقصان پہنچایا۔ حریت و آزادی کی تحریک میں حاجی صاحبؒ نے بھرپور کردار ادا کیا اور کسی بھی حالت میں پیچھے نہیں ہٹے۔

1928ء میں ایک عارضے کی وَجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے تو انھیں چارپائی پر ڈال کر لایا جاتا اور وہ اس حالت میں بھی مجاہدین کی رہنمائی فرماتے رہے۔ تحریکِ ریشمی رومال کی طرح تحریکِ خلافت اور تحریکِ عدمِ تعاون کے دوران بھی پختون علاقوں میں حاجی صاحب ترنگ زئیؒ کی کوششیں انتہائی ثمرآور رہیں۔

1915ء سے 1936ء تک حاجی صاحبؒ نے برطانوی قابضین کے خلاف مسلح جہاد کیا۔ جنگِ عظیم اوّل کے دوران برطانوی افواج جنھیں عراق جانا تھا، حاجی صاحبؒ کی بڑھتی ہوئی جہادی سرگرمیوں کی وَجہ سے عراق نہ جاسکیں اور انھیں حاجی صاحبؒ کے خلاف لڑنے کے لیے آزاد قبائل بھیج دیا گیا۔ حاجی صاحبؒ نے باقی زندگی آزاد علاقے میں ہی بسر کی، جہاں 14/دسمبر 1937ء کو انتقال فرمایا اور غازی آباد میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

www.rahimia.org

مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

احکام ومسائل قربانی

مسئلہ نمبر۱: ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد وعورت پر قربانی کرنا واجب ہے جو عیدالاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب اور مالدار ہو یعنی ساڑھے باون تولہ (52-1/2) چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان کا مالک ہو۔ اس مال کی ملکیت پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر اس دن بھی اتنے مال کا مالک بنا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (شامی۔ص:۶/۳۱۲)

مسئلہ نمبر۲: گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علاحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کردینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر۳: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔ بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی کردی تو نفل ہو گی، لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (عالمگیری ص ۱۹۹ جلد ۶)

مسئلہ نمبر۴: فقیر محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ (شرح البدایہ ۴/۴۴۳)

مسئلہ نمبر۵: ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا ہوتا ہو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر قربانی کرلے تو ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر۶: قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں: بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی، صرف ان جانوروں کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۷: قربانی کے لیے گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو (۲) سال، اور اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر بھیڑ یا دُنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے، تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۸: گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہوکر قربانی کرلیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصہ دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو، تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۹: چھوٹے جانور بھیڑ، بکری وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہوسکتے۔ بلکہ ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہوسکتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰: اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات (۷) آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ (۵) آدمی یا چھ (۶) آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ (۸) آدمی شریک ہوگئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ (ایضاً)

مسئلہ نمبر۱۱: اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر۱۲: سات (۷) آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات (۷) حصے بناتے وقت اندازہ سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہوجائے گا اور گناہ ہوگا۔ (شرح التنویر ص ۳۱۰ جلد ۵)

مسئلہ نمبر۱۳: قربانی کا جانور صحیح اور بغیر عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں جن میں درج ذیل عیب ہوں:

۱۔ اندھا یا کانا ہونا۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو۔ (البتہ وہ جانور جس کے کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کردیے گئے ہوں بھیڑ بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ان کے خول ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)

مسئلہ نمبر۱۴: ذی الحجہ کی دسویں (۱۰) تاریخ سے لے کر بارھویں (۱۲) تاریخ کی شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں (۱۰) تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارھویں تاریخ اور پھر بارھویں تاریخ ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵: نماز عیدالاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۱۶: اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر۱۷: قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کردے سب جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

مسئلہ نمبر۱۸: قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۹: جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہوگیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔ چاہے مالدار ہو یا نہ ہو۔ اور نذر کی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

مسئلہ نمبر۲۰: قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی / چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۲۱: قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کردیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے۔ البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنالے تو جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲: قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہوجائے۔

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

عیدالاضحیٰ کے احکام ومسائل

مسئلہ نمبر۱: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ عیدالاضحیٰ ہے۔اس دن ہراس مسلمان پر دو رکعت نماز باجماعت بطورشکریہ کے پڑھنا واجب ہے، جس پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر۲: عیدالاضحیٰ کے دن درجِ ذیل چیزیں مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔
۳۔غسل کرنا۔ ۴۔ مسواک کرنا۔
۵۔عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔ ۶۔ خوشبو لگانا۔
۷۔عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔ ۸۔عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔
۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔ ۱۰۔عیدالاضحیٰ کی نماز اول وقت پڑھنا۔
۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیرِ تشریق یعنی
اَللّٰہُ اَکْبَر ،اَللّٰہُ اَکْبَر ، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر ،اَللّٰہُ اَکْبَر ، وَلِلّٰہِ الْحَمْد
کہنا اور پیدل عیدگاہ جانا۔
۱۲۔ عیدگاہ جس راستے سے جائے دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

مسئلہ نمبر۳: جہاں نمازِ عید پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور نماز کے بعد بھی، ہاں گھر آکر نمازِ عید کے بعد پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۴: عورتیں اور جو لوگ کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۵: ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

تکبیراتِ تشریق کے احکام

عرفہ یعنی نو(۹) ذی الحجہ سے تیرہ (۱۳) ذی الحجہ تک پانچ (۵) دن ایام تشریق کہلاتے ہیں۔ان ایام میں باجماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق یعنی: ’’اَللّٰـہُ اَکْبَـر ،اَللّٰـہُ اَکْبَر ،لَااِلٰـہَ اِلَّااللّٰـہُ، وَاللّٰـہُ اَکْبَر ،اَللّٰہُ اَکْبَر ، وَلِلّٰہِ الْحَمْد‘‘ کہنا واجب ہے۔البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔نو(۹) ذی الحجہ نمازِ فجر سے لے کر تیرہ (۱۳) ذی الحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل تئیس نمازیں ہوئیں۔نماز کے فوراً بعد یہ تکبیرات کہنا چاہیے۔اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔نمازِ عیدالاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستے میں بلند آواز سے تکبیرِ تشریق کہنی چاہیے۔نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیر کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

طریقہ نمازِ عیدالاضحیٰ

سب سے پہلے یہ نیت کرے کہ ’’دو(۲) رکعت واجب نمازِ عیدالاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔‘‘

پہلی رکعت اس طرح ادا کی جائے گی: تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔امام ومقتدی سبحانک اللّٰھمّ آخر تک پڑھیں۔اس کے بعد امام تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔مقتدی بھی اس کی اقتدا کریں۔اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو(۲) تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین (۳) مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح قرأت فاتحہ وسورت اور رکوع وسجود کیے جائیں۔

دوسری رکعت میں امام پہلے قرأت کرے گا اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین (۳) تکبیرات زائدہ ادا کی جائیں اور ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجود کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کریں۔

مسئلہ: اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہو اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر قضا واجب ہے۔البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر پڑھنا واجب ہے۔

خطبہ عیدالاضحیٰ کے احکام: نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد امام دو(۲) خطبے پڑھے گا۔خطبہ پڑھنا سنت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔یعنی اس وقت آپس میں بولنا، چلنا، پھرنا، اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

ادارہ رحیمیہ لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ مین کیمپس لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے۔جو احباب اپنے یا اپنے دوستوں اور احباب کے قربانی میں حصص رکھنا چاہیں، وہ ادارہ کے دفتر سے رابطہ کر کے اپنا نام درج کروالیں۔

گائے میں قربانی کا ایک حصہ تقریباً مبلغ =/9,500 روپے کا ہوگا۔

رابطہ برائے حصص قربانی: حافظ محمد شفیق (ناظم دفتر ادارہ)

0321-6455369

قربانی کے موقع پر ادارہ رحیمیہ سے تعاون کریں!

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور سے وابستہ احباب اور معاونین ملک بھر میں ادارہ کے لیے قربانی کی کھالیں جمع کرتے ہیں۔ متعلقین اور متوسلین اور دیگر تمام احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں چرم ہائے قربانی اکٹھا کرنے کے لیے ملک بھر میں ادارہ کے قائم کردہ مراکز میں کارکنان اور معاونین رحیمیہ سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

نام معاون ادارہ رحیمیہ:...

ایڈریس اور رابطہ نمبر : ....

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ’’رحیمیہ‘‘ رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔